

## قبولیتِ دُعا کے تقاضے

ارشاد الرحمن

بندۂ مؤمن ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عطا کی امید رکھتا ہے اور ہمیشہ اُس سے مانگتا ہے۔ خزانے اُس کے ہیں مگر ختم نہ ہونے والے خزانے ہیں: وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (الحجر ۱۵: ۲۱) ”کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں“۔

حدیث قدسی کا مفہوم ہے: ”اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر شخص اور تمام جن و انس ایک جگہ کھڑے ہو کر (بیک وقت) مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق عطا کر دوں، تو یہ چیز میرے خزانے میں صرف اتنی سی کمی کر سکتی ہے جتنی سوئی سمندر میں ڈبو کر باہر نکلنے سے ہوتی ہے“۔ (مسلم، ۲۵۷۷)

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی طرف اشارہ ہے۔ بندۂ مؤمن کی نگاہ بڑے سے بڑے معاملے سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے امر میں بھی اللہ ہی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا دیکھتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اور ضرورت کا سوال اپنے رب سے کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر اُس کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے“۔ (صحیح ابن حبان)

جب مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہر قسم کی نعمتوں کا خزانہ اللہ کے ہاتھ میں ہے تو پھر مؤمن کا فرض ہے کہ وہ قبولیت کے تصور بلکہ یقین کے ساتھ اللہ سے دعا کرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ سے دعا کرو تو تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیے۔

(مستدرک حاکم ترمذی)

● صرف اللہ ہی سے دُعا کرنا: عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرنا ہر عبادت کی اصل اور عمل کی اساس ہے:

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (المؤمن ۴۰: ۱۴)  
(پس اے رجوع کرنے والو) اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے،  
خواہ تمہارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

قرآن مجید کا بیان ہے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَهُهُ فَلَمَّا نَجَّيْنَا إِلَى الْبَرِّ  
أَعْرَضْنَا ۗ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷: ۶۷) جب سمندر میں  
تم پر مصیبت آتی ہے تو اُس ایک (اللہ) کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارتے ہو وہ  
سب گم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اُس سے منہ موڑ  
جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے: اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَّرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْتُمُ السُّوْءَ (النمل  
۶۲: ۲۷) ”کون ہے جو بے قراری کی دُعا سنتا ہے، جب کہ وہ اُسے پکارے اور کون اس کی تکلیف  
رفع کرتا ہے؟“

آدابِ دعا میں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ دعا کا آغاز خالقِ ارض و سما کی حمد و ثنا اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صلاۃ و سلام سے کیا جائے۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ روایت کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ نے ایک آدمی کو سنا کہ اُس نے نماز میں نہ اللہ کی حمد و ثنا کی، نہ رسول کریمؐ پر صلاۃ و سلام  
کی دعا کی۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا: اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ پھر اُس آدمی کو بلایا  
اور اُس سے یا کسی اور سے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا  
سے ابتدا کرے۔ پھر نبیؐ پر درود و سلام کی دعا کرے، پھر جو مانگنا چاہے مانگے۔“ (ترمذی)

● دل کی حضوری اور نفس کی بیداری: مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ثواب کے خزانے  
بھی اللہ کے پاس ہیں اور عذاب کا اختیار بھی اُسی کو حاصل ہے۔ قلبِ مومن ان دونوں احساسات کے

ساتھ اپنے رب کے حضور میں پہنچتا ہے۔ اجر و ثواب کی کشش اور عذاب و عتاب کا خوف ایسی چیزیں ہیں کہ یہ مومن کے لیے حضوری قلب کا سبب بنی رہتی ہیں۔ مومن کی دعا کی شان یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور حکم بھی یہی ہے کہ دعا و مناجات اور ذکر و تسبیحات میں حضوری قلب اختیار کرو:

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

وَ الْاَصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (اعراف: ۲۰۵) اے نبی! اپنے رب کو

صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ، جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے کرو،

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل و لاپرواہ کی دعا کبھی قبول نہیں فرماتا۔ (مسند کحاکم ہنزہ مدنی)

● عز ہو پختہ یقین سے مانگنا: دعا دراصل انسان کی عاجزی و بے بسی، ناتوانی و کمزوری

اور تہی دامن کا اظہار ہے۔ رب کی قدرت کاملہ اور اس کے وسیع خزانوں کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

عطا و بخشش کا اعتراف ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مومن اس سے مانگتا اور دنیا کی ہر طاقت کو

اللہ کے سامنے ہیچ سمجھتا ہے۔ مومن جس یقین کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ کے سامنے

دعا کرتے ہوئے بھی اسی عزم و یقین سے کام لینا چاہیے۔ رسول اللہ نے اسی لیے دعا میں استثنا کے

اظہار سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو وہ

اتکسار و تواضع کا پورا زور اُس میں صرف کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما

دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو اُس کے لیے نامطلوب نہیں بنانا چاہتا۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ

اگر تو چاہے تو معاف فرما دے، بلکہ اپنے سوال میں زور پیدا کرے اور اپنی طلب میں رغبت کو

بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز گراں بار نہیں جسے وہ عطا نہ فرما سکے۔“ (بخاری، مسلم)

● دُعا سے مستضعفین: اہل طائف کے بدترین رد عمل کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان الفاظ میں بارگاہِ رب میں دستِ دُعا بلند فرمائے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيَلْتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلَي النَّاسِ يَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي، إِلَيَّ مَنْ تَكَلَّمَنِي؟ إِلَى بَعِيدٍ يَتَجَهَّمُنِي أَمْ إِلَى عَدُوٍّ مَلَكَتْهُ أَمْرِي؟ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِي، وَلَكِنَّ عَاقِبَتَكَ هِيَ أَوْ سَعِي لِي، أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ يَنْزِلَ بِي غَضَبُكَ أَوْ يَجِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعَيْبِي حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ، يَا رَاهِبًا! مِثْلَ ابْنِي كَمْ زُورِي وَبِئْسَى أُوْرُوْغُوْا كَ نَزْدِيْكَ ابْنِي بَ قَدْرِي كَ شَكُوْهُ نَجْجِي سَ كَرْتَا هُوْا، يَا رَحْمَ الرَّاحِمِيْنَ! تُو كَمْ زُورُوْا كَا رُب هَ اُوْرُوْهُي مِيْرَا بَهِ رُب هَ . تُو مَجْجِي كَس كَ حُوْلَا كَر رَا هَ؟ كَسِي بِيْكَانَا كَا مَالِك بِنَا دِيَا هَ؟ اُكْر مَجْجِي پَرُو نَارَا ض نَبِيْس هَ تُو مَجْجِي كَسِي كِي ذُرَا پَرُوَا نَبِيْس، لِيْكَن تِيْرِي عَافِيْت مِيْرَا لِيَا زِيَا دَا كَشَا دَا هَ . مِيْس تِيْرَا چَهْرَا كَا اُس نُور كِي پِنَا چَا هَتَا هُوْا جَس سَا اَنْدَهِيْرَا رُوْشَن هُو جَا تَا هِيْ اُوْرُو دِنْيَا وَا اُخْرَت كَا مَعَامَلَات كَا سَدْهَارَا سِي پَر هَ، كَا مَجْجِي پَر تِيْرَا غَضَب نَا زَل هُو يَا تِيْرَا عَمْتَاب مَجْجِي پَر وَا رُوْد هُو، تِيْرِي هِي رَضَا مَطْلُوْب هَ هِيْهَا تَك كَا تُو خُوْش هُو جَا نَا اُوْر تِيْرَا بَعِيْر كُوْنِي زُوْرَا وَا رُوْطَا قَت نَبِيْس .

● مدعا صِدْر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صغیریں درست کر کے واپس آتے ہی اپنے پاک پروردگار سے نصرت و مدد کا وعدہ پورا کرنے کی دُعا مانگنے لگے۔ آپ کی دُعا یہ تھی:

اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ أَنْشُدْكَ عَهْدَكَ وَ وَعَدَكَ، اے اللہ! تُو نَا مَجْجِي سَا جُو وَعَدَا كِيَا هَ اَسَا پُوْرَا فَرَا دَا . اے اللہ! مِيْس تَجْجِي سَا تِيْرَا عَمْدَا وَا تِيْرَا وَعَدَا كَر رَا هَا هُوْا .

پھر جب گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو آپ نے یہ دُعا فرمائی:

اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ لِهَذِهِ الْعِصَابَةِ الْيَوْمَ لَا نُعْبُدُ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ نُعْبُدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا، اے اللہ! اُكْر اُج يَا رُو دَا هَلَا ك هُو كِيَا تُو تِيْرِي عَمَادَت نَا كِي جَا نَا كِي . اے اللہ! اُكْر تُو چَا هَ تُو اُج كَا بَعْد تِيْرِي عَمَادَت كَبْهِي نَا كِي جَا نَا .

آپ نے خوب تضرع کے ساتھ دُعا کی۔ یہاں تک کہ دونوں کندھوں سے چادر گر گئی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر درست کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بس فرمائیے! آپ نے اپنے رب سے بڑے الحاج کے ساتھ دعا فرمائی۔ ادھر اللہ نے فرشتوں کو وحی کی کہ:

اَنۡتِیۡ مَعَکُمْ فَتَنَّبُوۡا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَاۡلِقِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا الرَّعۡبَ (الانفال: ۸: ۱۲) میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ:

اَنۡتِیۡ مُمۡدُّکُمۡ بِالۡاَیۡمِیۡنِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ مُرۡدِفِیۡنَ (الانفال: ۸: ۹) ”میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔“

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چھپکی آئی۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ”ابوبکرؓ خوش ہو جاؤ، یہ جبریلؑ ہیں، گردوغبار میں اٹے ہوئے“۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ”ابوبکرؓ خوش ہو جاؤ، تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی۔ یہ جبریلؑ ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اور اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آرہے ہیں اور گردوغبار میں اٹے ہوئے ہیں“۔

● قبولیت کے لیے جلدبازی نامطلوب: عموماً دعا کرنے والا اپنی تکلیف سے نجات

یا نعمت کے حصول کے لیے دعا کا سہارا تو لیتا ہے مگر جلد بازی کرتا ہے۔ انسان کی یہ جلد بازی قبولیت دعا میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اُس کی دعا قبولیت کو ابھی پہنچ نہیں پاتی کہ وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جب تک بندہ کسی گناہ کے کام یا رشتہ داری توڑنے کے لیے دعا نہیں کرتا، یا جلدی کا طالب نہیں ہوتا اُس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اُس کا یہ کہنا کہ میں تو دعا کر کر کے تھک گیا ہوں، مجھے نہیں دکھائی دیتا کہ میری دعا قبول ہوگی۔ پھر اس مرحلے پر پہنچ کر وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے“۔ (مسلم)

بندہ مومن قبولیت دعا میں ایسی نامطلوب عجلت کا متمنی کیسے ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ کئی اسباب اور وجوہ کی بنا پر قبولیت دعا کو موخر کر سکتا ہے اور یہ تاخیر بھی مومن کے لیے باعث خیر ہوتی ہے۔ جب بندہ مومن کی دعائیں قبول نہ ہو رہی ہوں تو اُسے اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ سے اپنے

تمام گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور ساتھ ساتھ اپنی حاجت و ضرورت کو بھی کمال ترین تواضع کے ساتھ مسلسل اپنے رب کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہیے۔ وہ اپنی درخواست کی منظوری کا شدید حریص ہو اور بار بار اس عرض کو بارگاہ الہ العالمین میں پیش کرے۔ دعا کی قبولیت اور عدم قبولیت دونوں صورتوں میں دعا کا یہ مسلسل عمل اس کے لیے سراسر خیر و اجر کا سبب بنے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان بھی اللہ سے کوئی دعا کرے اور اس میں گناہ کا عمل نہ ہو اور قحیحی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو تین میں سے ایک چیز عطا کر دیتا ہے۔ یا تو اُس کی دعا فوراً قبول ہو جائے گی، یا اس دعا کو آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ کر دیا جائے گا، یا اس دعا میں مانگی گئی چیز کے برابر کسی بڑی مصیبت کو ٹال دیا جائے گا۔“ (مسند احمد)

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کسی دعا کی قبولیت کا عمل طویل عرصے کے لیے بھی مؤخر ہو سکتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کی بیماری سے شفا اور حضرت یوسفؑ کی واپسی کے لیے حضرت یعقوبؑ کی دعائیں اس کی واضح مثال ہیں۔ حالاں کہ یہ دونوں ہستیاں زمرہ انبیاء میں شامل ہیں۔ لہذا ناگزیر ہے کہ بندہ مومن اپنے رب کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو اور دعا کا عمل کبھی ترک نہ کرے۔ دعا بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو ہر صورت اور شکل میں بندے کے لیے خیر و فلاح کی ضامن ہے۔

● سرگوشی و شناسستگی کا انداز: دعا ایک عرض، درخواست اور التجا ہے۔ جس طرح دنیاوی امور میں اس کے آداب میں نرمی، شناسستگی اور ادب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، اس سے ہزار گنا زیادہ رب کے سامنے پیش ہونے والی درخواست، یعنی دعا میں اس کو ملحوظ رکھنا ناگزیر ہے۔ ان امور میں سے ایک بات آواز کو ہلکا اور مدہم رکھنا ہے۔ خود قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ: اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (اعراف: ۵۵) ”اپنے رب کو پکارو گڑ گڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں نے ایک موقع پر بلند آواز سے تکبیر پڑھنا شروع کر دی۔ اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا: لوگو! اپنے اوپر ترس کھاؤ، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، بلکہ سمجھ اور قریب کو پکار رہے ہو

اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری، مسلم)

بعض لوگ جذبات میں دعائیہ کلمات کو ایسے لب و لہجے میں ادا کرتے ہیں گویا اللہ سے دعا نہیں کی جا رہی، بلکہ اُسے حکم دیا جا رہا ہے۔ ظلم کی شدت اور انتہا کا اثر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان دعا کے اندر شائستگی اور نرمی ہی کو بھول جائے۔ ایسی دعا تو زیادہ سے زیادہ رازدارانہ انداز میں ہونی چاہیے۔

● وقتِ سحر و نیم شبی: رات کا پچھلا پہر، نیم شب، وقتِ سحر، رب سے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے اور اُس سے مانگنے کا بہترین اور خاص موقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارا رب روزانہ رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ جب رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے تو فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اُس کی دعا کو قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اُسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور میں اُسے معاف کر دوں؟“ (بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ: ”رات کی ایک ساعت ایسی ہے جس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے کسی امر میں خیر مانگے تو اللہ اُسے وہ عطا کر دیتا ہے اور یہ روزانہ کا عمل ہے۔“ (مسلم)

نماز ایک ایسا عمل ہے جو اوّل و آخر ذکر و تسبیحات اور دعا و مناجات پر مشتمل ہے۔ نماز کے کسی بھی حصے میں دعا کی جائے تو اس کی قبولیت کے امکانات اسی قدر روشن ہوتے ہیں جس قدر دعا میں اخلاص و اللہیت اور عاجزی و انکساری ہو۔ نماز کی اس اہمیت کے باوجود ایک خاص کیفیت ایسی ہے جو نماز ہی کا حصہ ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حالتِ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ترین ہوتا ہے۔“ (مسلم)

● حرام رزق کے منفی اثرات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب (پاک) چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے، اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو مضر سلین کو دیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط (المومنون ۲۳: ۵۱) اے

پیغمبرو! پاک اور طیب چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو۔

اور (دوسری جگہ) فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرہ ۲: ۱۷۲) اے

اہل ایمان! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔

پھر آپؐ نے اُس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے جس سے اس کے بال اُلجھے ہوئے اور جسم غبار آلود ہو جاتا ہے۔ وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دستِ دعا دراز کرتا ہے۔ کہتا ہے: اے رب! اے رب! جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور اس کی پرورش بھی حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے، تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوگی؟ (مسلم، ۱۰۱۵)

● دُعا مومن کا بٹھیار: امام ابن قیمؒ کے مطابق مصائب و مشکلات میں دعا کی تین صورتیں

ہو سکتی ہیں:

- ۱- اگر دعا مصیبت سے قوی تر ہو تو مصیبت سے نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔
  - ۲- اگر مصیبت سے دعا کمزور ہے تو مصیبت اُس کے اُوپر غلبہ پالے گی اور بندہ اُس سے دوچار ہو جائے گا۔ لیکن اس دعا کا اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ مصیبت کی شدت کم ہو جائے گی۔
  - ۳- اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو دونوں باہم کش مکش اور تصادم کے دوران ایک دوسرے کو نچا دکھانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ (الجواب اللکافی)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی چاہتا ہو کہ کرب و بلا اور مصائب میں اُس کی دعا قبول ہو، تو وہ خوش حالی اور سلامتی کے زمانے میں کثرت سے دعا کرے۔ (ترمذی)
- جب تمام سہارے ختم ہو جائیں، تمام اسباب بے کار ہو جائیں تو مومن کے پاس دعا کی صورت میں پھر بھی ایک مضبوط سہارا باقی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (البقرہ ۲: ۱۸۶) اور اے نبی!

میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا، انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں، شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔